

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الفوائد القادرية من التفسيرات الاحمدية

تلخیص، تسہیل، ترجمہ

الأستاذ غلام مصطفی القادری۔

45: محکم اور متشابہ آیات اور ان کا حکم

(آیت نمبر 7-8)

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلٍ مَبِّ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٧﴾ رَبَّنَا لَا تَزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾

ترجمہ: وہ وہی ہے جس نے اتاری آپ پر کتاب جس کی بعض آیات ایسی ہیں جو محکم ہیں یہی کتاب کی اصل ہیں اور دوسری متشابہات ہیں چنانچہ وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں ان (آیات) کی جو ان میں سے متشابہات ہیں فتنہ چاہتے ہوئے اور ان کی تاویل چاہتے ہوئے، حالانکہ ان کی تاویل نہیں جانتا مگر اللہ اور جو علم میں راسخ ہی وہ کہتے ہیں ہم (ان سب پر) ایمان لائے یہ سب (آیات) ہمارے رب کی طرف سے ہیں (اس سے) نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر عقل والے ہی (وہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو ٹیڑھانہ کرنا بعد اس کے تو ہمیں ہدایت عطا فرمائی اور اپنی طرف ہمیں رحمت بخشی۔ بے شک

شان نزول:

امام زاہد اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں ذکر کرتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے اَلَمْ کے حروف نازل فرمائے تو یہود نے ابجد کے قواعد کی رو سے ان کی تاویل کرتے ہوئے کہا حرف الف سے مراد ایک اور حرف لام سے تیس اور حرف میم سے چالیس ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی عمر صرف اکہتر سال ہے لہذا ہم اتنی قلیل عمر والے دین کی کیونکر پیروی کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ یہودیوں نے پوچھا: کیا ان حروف کے علاوہ اور بھی حروف ہیں؟ آپ ﷺ نے

الْمَرَّ پڑھا۔ یہ سن کر کہنے لگے اس سے پہلے کی بہ نسبت زیادہ مدت معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کے ابجد کے حساب سے ایک سو اکہتر عدد بنتے ہیں۔ انہوں نے پھر پوچھا اس کے علاوہ اور بھی حروف ہیں؟ فرمایا: ہاں الْمَرَّ ہے کہنے لگے معاملہ الجھ گیا ہے ہم نہیں جانتے کہ ان میں سے کسے اختیار کریں اور کس مدت پر یقین کریں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

معنی و تفسیر:

آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حکمت میں دو قسم کی آیتیں نازل فرمائی ہیں:

ایک محکمات ہیں یہ کہ ان کی عبارت محکم اور مضبوط ہے اس طرح کے وہ ہر قسم کے احتمال اور اشتباہ سے محفوظ ہیں یہی آیات ام الكتاب یعنی اصل کتاب ہے کہ انہی پر تشابہات کو پیش کیا جاتا ہے جو اپنا مفہوم اور مراد واضح کرنے میں ان کی محتاج ہیں۔

دوسری تشابہات ہیں جن میں احتمال و اشتباہ ہوتا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى)

اس میں لفظ استواء تشابہ ہے اس لئے کہ اس کے معنی میں کہیں احتمال ہیں یہ بیٹھنے کے معنی میں بھی ہے استعمال ہوتا ہے۔ غلبہ کے معنی میں بھی یہاں بیٹھنے کا معنی کرنا درست نہیں اس لیے کہ اس صورت میں مطلب ہوگا رحمن عرش پر بیٹھا یہ جائز نہیں اس لیے کہ معنی مراد لینے سے آیت محکم ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

اس کی مثل کوئی چیز نہیں مانع ہے چنانچہ یہاں استواء کا معنی تلبیہ مراد ہوگا۔ یوں تشابہ کلمہ کو محکم آیت پر پیش کر کے ایک احتمال کو مضبوط لیا گیا چنانچہ وہ لوگ جن کے دلوں میں کوئی کجی ہوتی ہے وہ حق سے روگردانی کرتے ہیں بدعت وغیرہ نہ یہ محکمات پر عمل کرتے ہیں اور نہ تشابہات کو محکمات پر پیش کرتے ہیں بلکہ انہیں ان کے ظاہری معنی پر محمول کر لینا دین بنا لیتے ہیں اس طرح بدعت و ہوا کو رواج دیتے ہیں اور اسے پروان چڑھاتے ہیں اس سے ان کا مقصد فتنہ انگیزی ہوتا ہے حالانکہ اگر وہ چاہتے تو تشابہات کو محکمات پر پیش کر کے بدعات کو ختم کر سکتے ہیں۔

محکم و تشابہ کی تعریف:

وہ آیات ہیں جن کی مراد معلوم ہوں خواہ خود ظاہر معلوم ہو یا کسی تاویل سے اس کی مراد معلوم ہو۔ تشابہ وہ آیات ہیں جن کی مراد کے ادراک کا کوئی طریقہ نہ ہو جیسے قیام، قامت، خروج و دجال وغیرہ۔

محکم و تشابہ کا حکم:

محکم کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا بغیر کسی احتمال کے واجب ہے جیسے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اور تشابہ کا حکم یہ ہے کہ صحیح اور درست مراد تک پہنچنے سے اس کے حق میں ہونے کا اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ جیسے: حروف مقطعات۔

تشابہات کا علم:

تشابہات کے علم پر اطلاع اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور فرد کے لئے ممکن ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے امام شافعی اور معتزلہ کا موقف ہے راسخ فی العلم حضرت کو ان کا علم ہے۔ امام مجاہد حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں "میں ان میں سے ہوں جو تشابہ کی تاویل جانتے ہیں"

اکثر صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین، اہل سنت اور احناف کا مذہب یہ ہے کہ راسخ فی العلم تشابہات کے علم پر اطلاع نہیں رکھتے اسلیے کہ یہاں الا اللہ پر وقف واجب ہے۔ اور وہ علم کے حکم سے خارج ہیں حضرت ابو ہریرہ سے مروی روایت میں ہے:

"کتاب کی امثال سے عبرت حاصل کرو، محکم آیات پر عمل کرو، اور تشابہ آیات پر ایمان لاؤ"

التوضیح میں ہے ہمارے علماء کا مذہب نظم قرآن کے زیادہ موافق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تشابہات کی پیروی کو گمراہیوں کی روش قرار دیا ہے۔

شہزاد اکرم کلاس ادیب عربی

46: انسان کی فرشتوں پر فضیلت

(آیت 23، 24)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے جن لیا آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہاں والوں پر (ان میں) بعض بعض کی اولاد ہیں۔ اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

معنی و تفسیر:

آیت کریمہ میں ان اللہ اصطفیٰ کے کلمات اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ انسان فرشتوں سے افضل ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں صراحت سے فرمایا ہے کہ انسان آدم، نوح، آل ابراہیم، اور آل عمران کو تمام جہاں والوں سے برگزیدہ کیا ہے۔ جو انسان کی فرشتوں پر فضیلت کی دلیل ہے۔ حضرت آدم اور نوح علیہما السلام تو دونوں پیغمبر ہیں۔ رہے آل ابراہیم اور آل عمران تو ان کی مراد میں کئی قول ہیں۔ آل ابراہیم سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور وہ خود پیغمبر ہیں۔ (2) آل سے دونوں جگہ ذریت مراد ہے ظاہر ہے ان دونوں کی اولاد سے پیغمبر ہوئے ہیں (3) آل ابراہیم سے مراد حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق علیہما السلام اور ان کی اولاد ہیں جیس میں حضرت محمد ﷺ داخل ہیں اور آل عمران سے مراد حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام ہیں جو دونوں عمران کے صاحبزادے ہیں۔ یا آل عمران سے مراد حضرت مریم بنت عمران اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ اس آیت کریمہ سے جو مفہوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیائے کرام اور ان کے علاوہ دیگر انسان تمام جہاں والوں سے افضل ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ فرشتے بھی ایک عالم ہیں لہذا فرشتوں سے بھی افضل ہیں۔ اس میں کچھ تفضیل یہ ہے کہ وہ انبیاء و رسل ان فرشتوں سے افضل ہیں جو رسل الملائکہ ہیں اور رسل الملائکہ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ اور عام انسان تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔ مقصود یہ کہ جنس جنس الملائکہ سے افضل ہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمیں پر اپنا خلیفہ بنایا انہیں کائنات کے برابر کا علم عطا فرمایا فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو۔ انہوں نے تعجل ارشاد کرتے ہوئے انہیں سجدہ نہ کیا جبکہ معتزلہ بعض اشاعرہ فلاسفہ کا یہ کہنا ہے کہ فرشتے مطلقاً افضل ہیں۔ ایک تو وہ معصوم ہیں جب انسان لذت حیہ اور نفسانی شہوات کے باعث غیر معصوم ہے گنہگار ہے۔

دوسرا یہ کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدَ اللَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ

ترجمہ: ہرگز ناراض نہیں ہوتے مسیح اس سے کہ وہ ہوں اللہ کا بندہ اور نہ ہی مقرب فرشتے (اس بات سے ناراض ہوتے ہیں)

اس آیت میں ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف طرف ترقی ہے ادنیٰ حضرت مسیح اور اعلیٰ فرشتے ہوئے۔ لہذا فرشتوں کی انبیاء اور دیگر انسانوں پر فضیلت ثابت ہو گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کمال یہ ہے کہ بندہ گناہ کی کامل قدرت پائے جانے کے باوجود گناہ سے بچا رہے فرشتوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی ان میں وہ لذات حیہ اور شہوات نفسانیہ سرے سے ہی نہیں جو گناہ کی عادت بنتی ہیں رہا ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرنے کا معاملہ وہ قابل تسلیم ہے لیکن یہ ترقی اس بات میں نہیں ہے کہ بن ماں باپ پیدا ہوئے، حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے اور فرشتے ماں باپ دونوں کے بغیر "زریۃ بعدھا من بعض" سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی شہادت ہے کہ انبیاء کرام کا نسب طاہر اور پاکیزہ ہوتا ہے اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ کفار نے باہم نکاح کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وہ ان کے اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق ہو۔

47: حضرت محمد ﷺ کی انبیاء پر فضیلت

(آیت 82)

وَ إِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَ لَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَ أَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَ أَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾

ترجمہ: اور یاد کرو وہ وقت کہ جب لیا اللہ تعالیٰ نے پختہ عہد نبیوں سے کہ جب میں عطا کرو تمہیں کتاب اور حکمت پھر آئے تمہارے پاس ایک عظیم رسول جو تصدیق کرنے والا ہوں اس کی جو تمہارے پاس ہے تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے اللہ تعالیٰ نے پوچھا: کیا تم نے اقرار کیا اس پر مجھ سے پختہ عہد کیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا اللہ نے فرمایا تم بھی اس پر گواہ ہو جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں چنانچہ جس نے اس کے بعد روگردانی کی وہ نافرمان ہی ہو گئے۔

معنی و تفسیر:

اہل ایمان کے ہاں یہ بات ثابت و متحقق ہے کہ ہمارے نبی ﷺ تمام انبیاء و رسل سے افضل ہیں آپ کی فضیلت پر ایمان اہل اسلام کے عقائد میں سے ہے۔ یہ عقیدہ اور حکم کہاں اور کس ذرائع سے ثابت ہے۔ اس بارے میں علماء مختلف ہیں اور مختلف ذرائع سے استدلال کرتے ہیں مثلاً:

ارشاد باری تعالیٰ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

سے استدلال کرتے ہیں کہ اس طرح کی امت کی خیریت اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ ہستی و ذات خیریت سے متصف ہو اس کے دین پر یہ امت ہے کیونکہ جب امت سابقہ سے افضل قرار پائی تو پھر اس امت کا پیغمبر بھی تمام انبیاء سے افضل ہوگا اور جو کتاب اس پیغمبر پر نازل کی گئی وہ اس تمام کتب سے افضل ہوئی جو دوسرے انبیاء پر نازل کی گئی یا ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں جس سے آپ کیا فضیلت غلط کرے آیت مذکورہ آپ کی سیرت پر التزامات درد کرتی ہے۔

میرے نزدیک آیت کریمہ:

"واذا خذ الله ميثاق النبيين" آپ کی فضیلت پر صراحتاً دلالت کرتی ہے لیک آیت کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بھی اس سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتابوں شریعت دے دو پھر تمہارے بعد آخری زمانے میں ایک نبی تشریف لائے جس پر نبوت ختم کر دی گئی جو محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونگے تو تم ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اگر وہ تمہارے زمانے میں تشریف لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان سے تم اچھا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور مجھ سے عہد کرتے ہو تو سب نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں ان کے ان پر ایمان بھی لائیں گے اور ان کی مدد بھی کریں گے پھر ذات باری تعالیٰ نے فرمایا اس پر تم سب ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ فرشتوں نے فرشتوں تم بھی گواہ ہو جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں اس کے بعد اس پر اعتراض کیا وہ پھانسی کھو گیا جب انبیاء کرام کے لیے حکم ہے تو بات بالکل واضح ہے کہ ان کی امتوں کے لئے بھی یہی حکم ہوگا ایسی حیوانہ نکلتا ہے کہ یہ عہد انبیائے کرام اور ان کی امتوں دونوں سے تھا ایک سے ذکر کرنا ضروری نہ تھا اس لئے کہ جب انبیاء کا ذکر ہو گیا تو عوام تم کیف نہ رہی سے اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیائے کرام کا ہمارے نبی پر ایمان لانا اور آپ صل وسلم کی عرض کرنا اس لیے تھا کہ آپ کو سب پر اعظم کی آپ سب انبیاء اور رسول سے میں سے افضل ہیں۔

48: بیت اللہ شریف میں امن اور حج کی فرضیت

(آیت: 98)

فَبِمَا آتَتْ بَنِي إِسْرَءِيلَ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۚ وَ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٩٧﴾

ترجمہ: اوراد میں واضح آیات مقام ابراہیم ہے سورج بھی ادیں داخل ہو گیا وہ امن میں ہو گیا۔ اسرائیلی تعالیٰ کیلئے ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا ہے جو اس کی طرف راستہ کی اطاعت رکھتے ہوں۔ سورج نے کفر کیا پس یقیناً اللہ تعالیٰ کائنات سے بے پروا ہے۔

معنی و تفسیر:

یہ آیت کریمہ اپنے دامن میں دو باتیں سمیٹے ہوئے ہے :

(1) بیت اللہ میں (2) امن حج کی فرضیت

پہلی بات کو اللہ تعالیٰ نے ان کلمات میں بیان کی۔

وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا

(ترجمہ) جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہوگی۔

اس سے کون سا امن مراد ہے؟ اس بارے میں کئی اقوال ہیں:

(1) اس سے مراد جہنم کی آگ سے امن ہے۔

(2) جذام ابرص اور دیگر ایسی مہلک امراض سے امن ہے۔

اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ دور جاہلیت میں جو شخص بیت اللہ میں داخل ہو جاتا وہ قتل ہو جانے اور غارت آری غارت سے محفوظ ہو جاتا اور اسلام میں جو اس میں آجائے وہ حدود و قصاص سے امن میں ہو جاتا ہے۔ امام زاہد فرماتے ہیں آیت کا بظاہر یہی مفہوم نکلتا ہے غیر حرم میں کوئی جنابت کرے اور حرم میں آکر پناہ لے لے تو اس سے حرم میں قتل نہیں کیا جائے گا ہم احناف کے نزدیک وہ قتل کیے جانے سے امن میں ہو جائے گا بیت اللہ مسجد حرام اور مکہ مکرمہ سب حرم ہیں اور امن کی جگہ ہے۔

اور دوسری بات کو تعالیٰ نے ان کلمات میں ارشاد فرمایا:

{ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتِطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا }

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہے لوگوں پر حج کرنا (اس کے) گھر کا جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھتے ہوں۔

اس میں حج کی فرضیت بیان کی گئی ہے حج اور عمرہ پہلے دونوں مندوب و مستحب تھے پھر یہ مذکور آیت نازل ہوئی تو حج تو فرض ہو گیا اور عمرہ پہلے کی طرح مندوب رہا مختصر ہے کہ اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ حج فرض ہے لیکن متعلق فرض نہیں بلکہ ان لوگوں پر فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔

استطاعت کیا ہے اس بارے آئمہ کرام سے اختلاف ہے امام شافعی اس کی تفسیر زاد راہ اور سواری کے اخراجات سے کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ استطاعت کیا ہے آپ نے فرمایا: زاد راہ اور سواریوں کے اخراجات۔ امام مالک کے نزدیک اس سے مراد بدن کی صحت چلنے پر قدرت اور اس قدر کسب ہے اس سے مراد زاد راہ اور سواریوں کا بندوبست ہو سکے۔ امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں: صحت بدن زاد راہ سواری کے اخراجات

سب مجموعی طور پر شرط ہیں بلکہ راستے کا محفوظ ہونا بھی شرط ہے۔ اہل اصول نے ذکر کیا ہے کہ حج کی قدرت قدرت ممکنہ ہے قدرت میسر نہیں کیونکہ اس وقت متحقق ہوگی جب حج کرنے والے کو خدام سواریاں اور مددگار میسر ہوں گے۔

مقصود آیت:

مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم حج کو کئی اور امور سے مؤکد کیا ہے۔

(1) امر کی بجائے خبر سے بیان کیا (2) جملہ اسمیہ سے بیان کیا (3) حق کو اپنا قرار دیا (4) پہلے عام ذکر کیا پھر شرط کے ساتھ خاص کیا (5) ترک حج کو قرار دیا (6) غنی سے اپنے جلال کا اظہار کیا (7) اسم جلالہ کو دونوں جگہ اسم ظاہر ذکر کیا (8) حرف علی ذکر کیا۔

49: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم

(آیت نمبر 104)

وَلَتَكُنَّ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۱۰۴)

ترجمہ: چاہیے کہ ہو تم میں سے ایک ایسا گروہ جو خیر کی دعوت دے، معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

مسئلہ:

علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نیکی دنیا اور برائی سے روکنا فرض کفایہ ہے یہ فرضیت بکثرت اجات اور بے شمار احادیث سے ثابت ہے ان آیات میں سے پہلی آیت ہے وہ اس مسئلہ میں بڑی واضح اور ظاہر ہے کیونکہ اس میں "وَلَتَكُنَّ" صیغہ امر ہے۔

اور امر وجوب کے لیے آتا ہے جب تک وہ مطلق ہو اور اسے وجو سے پھیرنے کا کوئی قرینہ نہ ہو اور کفایہ کا ثبوت لفظ مَنكُم سے ہوتا ہے اسکے یہاں اس مقام پر لفظ "من تبعیض" کے لئے ہے مفسرین کا یہی مختار ہے۔

معنی و تفسیر:

آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو لوگوں کو خیر کی دعوت دے۔ خیر سے مراد وہ افعال ہیں جو اچھے اور شریعت کے موافق ہوں۔

معروف کا حکم دیں معروف وہ چیز ہے جسے شارع نے مستحسن قرار دیا ہو اور عقل اسے اچھا سمجھے اور منکر سے روکے اور منکر اس بات کو کہتے ہیں جنہیں شریعت و عقل قبیح سمجھے اور برا خیال کرے معروف وہ جو کتاب و سنت کے موافق ہو۔ اور منکر وہ جو ان کے خلاف ہو معروف طاعات اور منکر معاصی کو بھی کہتے ہیں دعوت خیر کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر کرنا عام کے بادشاہ کا ذکر کرنا ہے۔ کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ مجلس میں سے ایک بھی

اس فرض کی ادائیگی میں مشغول ہو جائے تو باقی سے یہ فرض ساقط ہو جائے گا اور ان میں سے کوئی بھی اس میں مشغول نہ ہو تو سبھی گناہ گار ہوں گے حضرت ابو بکر صدیق سے روایت ہے بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(ما من قوم عملوا بالمعاصي وفيهم من يقدر ان ينكر عليهم فلم يفعل الا يوشك ان يعصمهم الله بعذاب من عنده)

(ترجمہ) جس قوم نے معاصی کا ارتکاب کیا اور ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو انہیں روک سکتے تھے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ عمومی طور پر اپنی طرف سے عذاب دے دے۔

حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ (کی طاقت) سے روکے اگر اس کی ہمت نہیں رکھتا تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو اسے دل ہی میں برا سمجھے اور کمزور ترین ایمان ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرائط:

علماء نے اس فرض کی ادائیگی کے لیے چند شرطیں مقرر کی ہیں مثلاً

(1) اب کرنا اپنے بس میں ہو۔

(2) یہ بات فتنہ و فساد کا موجب نہ بنے

(3) گناہوں کے اضافے کا سبب نہ بنے۔

ارشاد نبوی:

فمن لم يستطع "میں ان شرائط پر دلالت موجود ہے اسی لیے علماء نے فرمایا ہے ہاتھ سے روکنا حکام کا کام ہے زبان سے روکنا علماء کا فرض ہے۔ اور دل میں برا سمجھنا عوام کے لئے ہے۔

50: اجماع حجت شرعیہ ہے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمام سے افضل ہیں امر بالمعروف واجب ہے۔

(آیت 110)

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِّنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَ أَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١١٠﴾

ترجمہ:

ہو تم بہترین امت جس سے ظاہر کیا گیا ہے لوگوں کے لئے اس لیے کہ تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے ایمان رکھتے ہو اللہ پر

شان نزول:

آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ مالک بن ضیف اور واسب بن یہود، جو یہودی تھے انہیں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابی بن کعب نے کہا: ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے اور ہم تم سے افضل ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی تصدیق میں یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

معنی و تفسیر:

آیت مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ تم مومن اللہ تعالیٰ کے علم یا لوح محفوظ میں بہترین امت ہو۔ یا پھر تم پہلی امتوں کے مقابلے میں بہترین امت ہو یا تم فی الحال بہترین امت ہو جسے اس لئے پیدا کیا گیا کہ انبیائے کرام کی دعوت کی شہادت دے یا کفار کے بارے گواہی دے کہ انہوں نے انبیائے کرام سے جنگ و جدال کیا یا عام مومنوں کے لیے گواہ ہوں۔ نیز تم ایسی امت ہو جو امر بالمعروف کرتی ہے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور بہتری کی تمام باتوں کو بجالانے کا حکم دیتے ہو۔ اور کفر و دیگر معاصی و ذنوب سے منع کرتے ہو، اللہ تعالیٰ پر تمہارا ایمان دائمی ہے۔ وہ اس طرح کے تم اس کے تمام احکام اس کے تمام رسولوں اور اس کی تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ان تمام امور پر ایمان کو متضمن ہے۔ اور اس لئے بھی کہ ان میں سے بعض پر ایمان لانا گویا کہ کسی پر ایمان نہ لانے کے مترادف ہے۔

بات یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو مقدم ذکر کیا گیا ہے حالانکہ باللہ کا حق تھا کہ اس لیے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شان اور فضیلت ظاہر ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ مومنوں کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں

ارشادات و نکات:

اس آیت مبارکہ میں تین باتوں کی طرف اشارہ دلالت ہے۔

(1) یہ آیت امت محمدیہ کے خیر ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ خیر اس لیے ہے کہ اس امت کا دین کامل و اکمل ہے،

(2) یہ آیت اس امت کے نبی کے خیر ہونے کو بھی مسلم ہے ظاہر ہے جس نبی کی یہ امت ہے وہ بھی تو سب سے افضل ہوں گے۔

جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

لما دعی اللہ داعینا للطاعته باکرم الرسل کنا اکرم الامم

"جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے داعی جناب محمد ﷺ کو اپنی اطاعت کے سبب اکرم الرسل کہا۔ تو پھر ہم ان کے غلام امتی اکرم الامم ہو گئے"

(3) یہ آیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت و فضیلت اور وجوب پر بھی دلالت کرتی ہے بالکل ظاہر ہے۔

آئمہ فقہ نے اس آیت سے اجماع امت کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ یہ منصب ان کے خیر کے عمرات میں سے ہے۔ اس کا تقضایہ ہے کہ امت پر معروف کا حکم کرنے اور منکر سے روکنے والی ہے۔ اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ امت باطل پر جمع ہو سکتی ہے تو پھر اس کا معاملہ آیت کے تقاضا کے خلاف ہو گا۔ جو ممنوع و محال ہے۔ اور لازم آئے گا کہ جس بات پر اس کا اجماع حاصل ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہو۔

51: سود کی حرمت، گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے مومن ایمان سے باہر نہیں ہو جاتا، گناہ گناہ اسے ضرر دے گا اور جنت و دوزخ اب موجود و مخلوق ہیں۔

(آیت؛ 133-130)

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو سود مت کھاؤ گناہ گناہ (کر کے) اور ڈرو اللہ سے تاکہ تم (دنیا و آخرت) کا مایاب ہو جاؤ اور ڈرو اس آغ سے جو تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے اور فرما برداری کرو اللہ اور (اس کے) رسول کی تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

معنی و تفسیر:

ان آیات میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

- (1) سود کی حرمت
 - (2) ارتکاب کبیرہ سے مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا
 - (3) جنت و دوزخ موجود مخلوق ہیں
- پہلا مسئلہ عبارت النص سے چابت ہے کہ آیت کریمہ اسی مقصد کیلئے نازل ہوئی۔ اور دوسرے مسئلے اشارۃ النص سے ثابت ہوتے ہیں۔ ان کی تفضیل درج ذیل ہے:

1) سود کی حرمت:

ان آیات کو اس مقصد کے لئے نازل کیا گیا کہ سود کھانا حرام ہے۔ اس کھانے سے خدا کا خوف کرو۔ تاکہ تم جہنم میں ڈالے جاؤ اور اس کی حرمت ماننے میں اللہ اور اس کے رسول کی فرما برداری کرو۔

اس کی تفسیر میں لکھا ہے: دور جاہلیت میں کوئی آدمی جب کسی آدمی سے قرض لیتا اور اسے ادا کرنے کی تاریخ آجاتی تو قرض دینے والا اسے کہتا تھا تم یا تو میرا حق دے دو یا پھر سود دینا قبول کرو۔ اگر سود دینا قبول کرتے ہو تو میں قرض کی واپسی کی مدت بڑھا دیتا ہوں۔ بعض نے لکھا ہے یہ آیت اہل طائف کے بارے نازل ہوئی جن کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ایک درہم دو درہم کے عوض دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس آیت سے منع فرمایا کہ ایسا لینا اور اسے حلال سمجھنا ممنوع حرام ہے۔

2) ارتکاب کبیرہ سے مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا:

سود کھانا گناہ کبیرہ ہے۔ اور اس کے کبیرہ ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس کھانے سے ایمان کو منع کیا اور فرمایا: یا ایہا الذین امنوا تو اس سے معلوم ہوا کہ سود کھانے سے کبیرہ کے ارتکاب کے باوجود بندے کا ایمان باقی رہتا ہے۔ وہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ یہ معتزلہ فرقہ کا رد ہے۔

نیز اس میں مرحبہ فرقہ کا بھی رد ہے ان کا مزہب یہ ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ ضرر نہیں دے سکتا۔ چنانچہ جہنم کا عذاب بالکل نہیں ہوگا۔ ان کا رد کیا گیا کہ مومنوں کو اس آگ سے ڈرایا گیا ہے۔ جو کافروں کے لئے تیار کی گئی اور یہ ڈرانا اسی وقت معتبر ہے۔ جب بندہ مومن اللہ تعالیٰ کے محارم کے اجتناب نہ نیچے۔ مقصود یہ کہ جب مومن کو کبیرہ ضرر نہیں پہنچا سکتا تو اسے جہنم کی آگ سے کیوں ڈریا جا رہا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ بندہ ارتکاب کبیرہ سے عذاب میں مبتلا نہیں ہوتا۔

(3) جنت و دوزخ موجود مخلوق ہیں:

أُعدت للكافرين سے ظاہر ہوا اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ جنت اور جہنم اس وقت موجود ہیں اور وہ پیدا ہو چکی ہیں کیونکہ اُعدت فعل ماضی ہے اور فعل میں حقیقی و اصلی زمانہ ماضی ہوتا ہے اور کلام میں اصل یہ ہے کہ اسے اپنے حقیقی معنی پر پس محمول کیا جائے جب تک اس سے کو مانع نہ ہو۔ جبکہ معتزلہ یہ کہتے ہیں جنت و دوزخ قیامت کے دن بنائی جائیگی اس وقت ان کا وجود نہیں۔

52: علم دین کی تعلیم اور خبر واحد کی حجت

(آیت 187)

وَ إِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكُنْمُوهُ ۚ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبَيَّسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿١٨٧﴾

ترجمہ: یاد کرو اس وقت کو جب اللہ نے پختہ عہد ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی اس بات کا کہ تم ضرور بیان کرو گے کتاب کو لوگوں کے لئے اور نہیں چھپاؤ گے اسے پس انہوں نے پھینک دیا اسے اپنی پشتوں کے پیچھے اور مول لے لی اس کے عوض تھوڑی سی قیمت بہت ہے جو یہ خریدتے ہیں

معنی و تفسیر:

کیا کہ اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے علماء سے یہ پختہ عہد لیا کہ وہ کتاب تورات اور انجیل کو لوگوں کے سامنے ضرور بیان کریں گے اور اس میں سے کچھ نہیں چھپائیں گے لیکن انہوں نے اس عہد بیان کو پشت کے پیچھے پھینک دیا اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور اس کے عوض معمولی معاوضہ لے لیا۔ لیکن دین کہتے ہیں انہوں نے اپنی خواہش نفس یو کی اللہ کا راستہ چھوڑ دیا مفسرین فرماتے ہیں اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ علماء پر واجب ہے کہ لوگوں کے سامنے حق بیان کریں اور انہیں حق کی تعلیم دیں اور یہ بھی کہ اسے کی غرض فاسد کے لیے ہرگز نہ چھپائیں مثلاً ظلم کا راستہ ہموار کرنے کے لئے یہاں ظلم کی خوشنودی و دلجوئی کے لئے یا کسی قسم کی منعت حاصل کرنے کے لئے اذیت کے دفع کرنے کے لئے یا علم میں بخل کے لئے وغیرہ۔

ارشاد نبوی ہے:

من لم علماء عن اهلہ الجم يلجام النار

ترجمہ: جس نے علم کے حقدار سے علم چھپایا قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

حضرت علی المرتضیٰ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

ماخذ الله على اهل الجهل ان يتعلموا حتى اخذ على اهل العلم ان يعلموا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جاہلوں سے یہ عہد نہیں لیا کہ وہ علم سیکھیں بلکہ اہل علمہد لیا کہ وہ دوسروں کو سیکھائیں۔

مختصر یہ کہ علمائے کرام پر لوگوں کو علم دین سیکھانا واجب ہے۔ اور عوام کا اس علم کے تقاضوں پر عمل کرنا واجب ہے، نیز اس سے یہ بھی دلیل حاصل ہوتی ہے۔ کی علم میں اس کی جیت ایسی نہیں، امام فخر الاسلام نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

خيركم من تعلم القرآن وعلمه

(ترجمہ) تم سب سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔

اُسْتَاذُ الْعُلَمَاءِ غُلَامُ مُصْطَفَى الْقَادِرِ صَاحِبُ

اُسْتَاذُ حَدِيثُ وَمَنْطِقُ دَارِ الْعُلُومِ مُحَمَّدِيہ غوثیہ لاہور

تاریخ: 28-11-2019 بروز جمعہ ٹائم

12:21 pm

Compassd by: Muhammad shahzad akram togarvi

Class: adeeb arbi